جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ/اپریل ۲۰۱۸ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

فہرست

خط وکتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر:0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر:0304-7310038

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی

مدارس دینیہ کی ضرورت واہمیت

یہ ایک نا قابل انکار، مسلمہ حقیقت ہے کہ مسلمان کی پوری زندگی شریعت کے مطابق بنانے کا دارومدار علوم اسلامیہ کے حصول پر ہے کیونکہ اسلامی تعلیمات ہی عقائد صحیحہ، اعمال صالحہ اور اخلاق حمیدہ کا ذریعہ ہیں اور تعلیمات اسلامیہ کے حصول کا واحد ذریعہ مدارس عربیہ اسلامیہ ہیں، اسی وجہ سے مدارس عربیہ اسلامیہ ایسی اہمیت کے حامل ہیں جس سے کسی حال میں کوئی صاحب عقل انکار نہیں کر سکتا۔

اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ دارارقم ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں کوہِ صفا کے دامن میں قائم فرمایا، اس میں آپ ﷺ ایمان، قرآن، اخلاق اور نماز کی تعلیم فرماتے تھے، دوسرا مدرسہ مسجد نبوی اور اس کے ساتھ صفہ نامی چبوترہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی بنایا، ابتداء اسلام میں چونکہ علوم اسلامیہ کے معلم اول اور واحد استاذ جناب نبی کریم ﷺ ہی تھے اس لئے عہد نبوی میں یہی دو بڑے مدرسے ہوئے مگر عہد صحابہ میں صفہ کا ہر فاضل ایک مستقل مدرسہ تھا، علوم نبویہ کا مبلغ تھا، اخلاق نبوی سے آراستہ تھا، جو جہاں بیٹھا علوم نبویہ کی اشاعت کا مرکز بن گیا جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا کہ "رسول اللہ ﷺ کے بعد علم دین کے تین مرکز تھے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ، مکہ کے صدر مدرس حضرت عبداللہ بن عباس، مدینہ کے صدر مدرس حضرت عبداللہ بن عمر اور زید بن ثابت اور کوفہ کے صدر مدرس عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تھے"۔ اس کے بعد بصرہ، شام، یمن، مصر، واسط اور خراسان وغیرہ میں مدرسے قائم ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگردوں اور فیض یافتگان نے انہی کی طرز پر وہاں تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری رکھا۔

۱۲۷۴ھ کے بعد جب اقتدار اعلیٰ پر انگریز کا قبضہ ہوا تو دینی مدارس کو بند کر دیا گیا،

علماء کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا، کسی کو توپوں کے دہانوں پر باندھ کر گولوں سے اڑا دیا، کسی کو دور دراز جیلوں اور جزیروں میں بند کر دیا، مدارس کی املاک وقف پر ناجائز قبضہ کرلیا اور وظائف بند کر دیئے، ان نامساعد حالات میں چند اہل اللہ نے مل کر نہایت سادگی، بے سروسامانی اور خاموشی کے ساتھ ۱۰ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ دیوبند (ہندوستان) میں مسجد چھتہ کے صحن میں مشرقی جانب انار کے درخت کے نیچے دارالعلوم کی بنیاد رکھی، اس کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے دہلی، سہارنپور، مرادآباد اور دیگر اضلاع میں دینی مدارس قائم ہوئے۔

متحدہ ہندوستان کی حالت زار کو سامنے رکھئے، ۱۲۷۴ھ کے بعد پیش آنے والے انقلابات کو دیکھئے، اسلام پر ہونے والے حملوں کو شمار کرنا مشکل ہوجائے گا، ایسے کٹھن حالات میں مسلمانوں میں جو دینی جذبات اور اسلامی اقدار نظر آ رہی ہیں یہ انہی مدارس کی کوششوں کا ثمرہ ہے، جب یہاں مسلمانوں کی حکمرانی ختم ہوئی اور نظام اقتدار کفر کے ہاتھوں میں آیا تو اس موقع پر اکابر امت کی فراست نے محسوس کیا کہ شعائر دین کی بقاء، دینی اداروں کی تاسیس، مساجد اور مدارس کی تعمیر کیلئے اگر عام مسلمانوں کو تربیت نہ دی گئی اور تعلیم و تربیت، فتویٰ وقضاء اور امامت وخطابت کے مناصب کا بطور خاص انتظام نہ کیا گیا تو اس خطہ میں اسلام باقی نہ رہے گا، حق تعالیٰ کے فضل سے عام مسلمانوں میں حفاظت دین کا جذبہ بیدار رہا اور دین جوں کا توں محفوظ رہا، یہ دینی مدارس کے فوائد و برکات ہی ہیں کہ لاکھوں بچے قرآن مجید کے الفاظ کو اپنے سینوں میں محفوظ کر رہے ہیں، تفسیر، حدیث اور فقہ کے علوم حاصل کر رہے ہیں، یہ مدارس ہی ہیں جو امت کو مفسرین، محدثین، علماء، فقہاء اور حفاظ کی ایک بڑی تعداد فراہم کر رہے ہیں اور امت کی دینی، اخلاقی اور روحانی تعلیم وتربیت کا اہم فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ قوم اور معاشرے میں ان لوگوں کی بدولت کم ازکم دین کا شعور اجاگر ہے، خداپرستی کا احساس بیدار ہے، حرام وحلال، اطاعت ومعصیت، عذاب وثواب کی تمیز باقی ہے اور کسی نہ کسی درجے میں خوف خدا اور خوف آخرت ضرور باقی رہتا ہے اور کسی نہ کسی وقت اس کے

برکات ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔

یہ دینی مدارس ہی کی برکت ہے کہ جگہ جگہ مسجدیں آباد ہیں جن میں پانچ وقت اذان گونج رہی ہے، عربی جامعات میں قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند ہیں، حاملین علوم انبیاء تیار کئے جارہے ہیں، مکاتب قرآن جگہ جگہ بے شمار کھلے ہوئے ہیں اور قرآن پاک کی تعلیم جاری ہے، وعظ وتذکیر کے حلقے اور اجتماعات قائم ہیں، تبلیغی جماعتوں کے دورے جاری ہیں، احکام شرعیہ اور مسائل دینیہ بتانے کیلئے جگہ جگہ دارالافتاء قائم ہیں اور عوام کی دینی رہنمائی کا وافر سامان موجود ہے۔

مدارس کے قلیل وسائل اور بے پناہ خدمات کو دیکھتے ہوئے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ کسی صالح اسلامی معاشرہ کی تشکیل کیلئے دینی تعلیمات اور مدارس دینیہ کا قیام از حد ضروری ہے، بلاشبہ پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی یہی دینی مدارس اور تعلیم گاہیں ہیں، پاکستان کی روح یہی مسجدیں اور دینی ادارے ہیں، اگر آج مسلمانان پاکستان کی توجہات اور کوششیں نہ ہوتیں تو دین کا وہی حشر ہوتا جو مغرب واسپین میں ہوا۔

دینی مدارس کے چند اہم مقاصد یہ ہیں (۱) قرآن وسنت اور دیگر علوم اسلامیہ کی حفاظت (۲) مسلم معاشرہ کی قرآن وسنت سے وابستگی (۳) عربی زبان کی ترویج، تعلیم اور تشہیر (۴) مساجد اور مدارس کے نظام کا قیام اور ان کیلئے ائمہ وخطباء اور مدرسین کا انتظام (۵) یورپ کی تہذیبی اور نظریاتی یلغار کی مدافعت (۶) اسلامی عقائد ومعاشرت کی بقا (۷) جدید عقلیت کے پیدا کردہ اعتقادی ونظریاتی فتنوں سے مسلمانوں کی حفاظت۔

دینی مدارس کے منتظمین، اساتذہ اور طلباء نے ان مقاصد کے حصول کیلئے عیش وعشرت کی زندگی کو ترک کر کے زہد وورع کی زندگی اختیار کی اور اپنی مدد آپ کے تحت کام کرنے والے یہ دینی مدارس برطانوی استعمار کی نظریاتی وتہذیبی یلغار کی جنگ میں مسلمانوں کیلئے مضبوط قلعے ثابت ہوئے۔

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم غدوة فی سبيل الله اوروحة خيرمن الدنياومافيهاولوان امرأة من نساء اهل الجنة اطلعت الى الارض لاضاء ت مابينهماولملأت مابينهماريحاً ولنصيفها على رأسهاخيرمن الدنياومافيها۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
راہ خدا میں ایک دفعہ صبح کا نکلنا یا شام کا نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر اہل جنت کی بیویوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان (یعنی جنت سے لے کر زمین تک) روشنی ہی روشنی ہو جائے، اور مہک اور خوشبو سے بھر جائے، اور اس کے سر کی صرف اوڑھنی بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری)

تشریح: حدیث کے ابتدائی حصے میں راہ خدا میں نکلنے کی یعنی خدمت دین کے کسی سلسلہ میں سفر کرنے اور چلنے پھرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ صبح کا یا شام کا نکلنا بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، اور یہاں صبح و شام کا ذکر غالباً صرف اس لیے کر دیا گیا ہے کہ صبح یا شام ہی کو سفر پر روانہ ہونے کا دستور تھا، ورنہ اگر کوئی شخص مثلاً دن کے درمیانی حصے میں خدمت دین کے کسی سلسلہ میں جائے تو یقیناً اس کے اس جانے کی بھی وہی فضیلت ہے، پھر حدیث کے دوسرے حصے میں اہل جنت کی جنتی بیویوں کے غیر معمولی حسن و جمال اور ان کے لباس کی قدر و قیمت کا ذکر کیا گیا ہے اور اس موقع پر اس کے ذکر کرنے کا مقصد غالباً اہل ایمان کو خدمتِ دین کے سلسلے کے کاموں کے لیے گھر چھوڑ کر نکلنے کی ترغیب دینا اور یہ بتلانا ہے کہ اگر تم اپنے گھروں اور گھر والیوں کو عارضی طور پر چھوڑ کر تھوڑے سے وقت کے

لیے بھی راہ خدا میں نکلو گے تو جنت میں ایسی بیویاں ہمیشہ ہمیشہ تمہاری رفیق اور زندگی کی شریک رہیں گی، جن کے حسن و جمال کا یہ عالم ہے کہ اگر ان میں سے کوئی اس زمین کی طرف ذرا جھانکے تو زمین اور آسمان کے درمیان کی ساری فضا روشن اور معطر ہو جائے اور جن کا لباس اس قدر قیمتی ہے کہ صرف سر کی اوڑھنی اس دنیا و مافیہا سے بہتر اور بیش قیمت ہے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان فى الجنة شجرة يسير الراكب فى ظلها مائة عام لا يقطعها ولقاب قوس احدكم فى الجنة خير مما طلعت عليه الشمس او تغرب۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک ایسا درخت ہے، کہ سوار اس کے سائے میں سو سال چلے اور پھر بھی اس کو پار نہ کر سکے اور جنت میں تم میں سے کسی کی کمان کے بقدر جگہ بھی اس ساری کائنات سے بہتر ہے، جس پر آفتاب طلوع ہوتا ہے، یا غروب ہوتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح

حدیث کا مقصد دنیا اور اس کی راحتوں اور لذتوں کے مقابلے میں جنت اور اس کی نعمتوں کی بالاتری بیان فرما کے اس کا شوق دلوں میں پیدا کرنا ہے، اس سلسلہ میں پہلی بات یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں اور راحت کے جو سامان اپنے بندوں کے لیے جنت میں پیدا کئے ہیں ان میں سے ایک جنت کے وہ طویل وعریض سایہ دار درخت ہیں جن کا سایہ اتنے وسیع رقبہ پر پڑتا ہے کہ سوار سو سال میں بھی اس کو طے نہیں کر سکتا، اور دوسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ جنت میں ایک کمان کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

ابھی اوپر عرب کے اس دستور کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ کوئی سوار جب کہیں اترنا چاہتا تھا تو اس جگہ پر اپنا کوڑا ڈال دیتا تھا اس سے اس جگہ پر اس کا حق قائم ہو جاتا تھا، اسی طرح کا ایک دستور یہ تھا کہ جب کوئی پیادہ آدمی کسی جگہ منزل کرنا چاہتا تھا تو وہ اپنی کمان وہاں

ڈال دیتا تھا اور اس طرح وہ جگہ اس کے لیے مخصوص ہو جاتی تھی، پس اس حدیث میں کمان کی جگہ سے مراد گویا ایک آدمی کی منزل ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایک پیادہ مسافر کمان ڈال کے جتنی جگہ کا مستحق ہو جاتا ہے جنت کی اتنی مختصر سی جگہ بھی اس دنیا کی اس ساری کائنات سے زیادہ قیمتی اور بہتر ہے جس پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔

عـن جـابـر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اهل الجنة يأكلون فيهاويشربون ولا يتفلون ولا يبولون ولا يتغوطون ولا يمتخطون قالوا فمابال الطعام قال جشاء ورشح كرشح المسك يلهمون التسبيح والتحميد كماتلهمون النفس ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اہل جنت جنت میں کھائیں گے بھی اور پئیں گے بھی، لیکن نہ تو انہیں تھوک آئے گا اور نہ پیشاب پاخانہ ہوگا اور نہ ان کی ناک سے ریزش آئے گی۔ بعض صحابہ نے عرض کیا، تو کھانے کا کیا ہوگا؟ (یعنی جب پیشاب پاخانہ کچھ بھی نہ ہوگا تو جو کچھ کھایا جائے گا وہ آخر کہاں جائے گا؟) آپ نے فرمایا کہ ڈکار اور پسینہ مشک کے پسینہ کی طرح (یعنی غذا کا جو اثر نکلنا ہوگا وہ انہی دو طریقوں سے نکل جایا کرے گا) اور ان اہل جنت کی زبانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ کی حمد و تسبیح اس طرح جاری ہوگی، جس طرح تمہارا سانس جاری رہتا ہے۔ (مسلم)

تشریح

مطلب یہ ہے کہ جنت کی ہر غذا کثیف مادہ سے پاک ایسی لطیف اور نورانی ہوگی کہ پیٹ میں اس کا کوئی فضلہ تیار نہیں ہوگا، بس ایک خوشگوار ڈکار کے آنے سے معدہ خالی اور ہلکا ہو جایا کرے گا، اور کچھ پسینے کے راستے نکل جایا کرے گا، لیکن اس پسینہ میں بھی مشک کی سی خوشبو ہوگی۔ اور اس دنیا میں جس طرح سے آپ سے آپ ہمارے اندر سے باہر اور باہر سے اندر سانس کی آمد و رفت ہے، جنت میں اسی طرح اللہ کا ذکر جاری ہوگا اور سبحان الله والحمدلله، یاسبحان الله وبحمده سانس کی طرح ہر دم جاری رہے گا۔

مرسلہ: مولانا محمد صدیق حفظہ اللہ تعالیٰ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

آج کل مولوی طماع کیوں ہونے لگے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آج کل مولوی طماع زیادہ کیوں ہونے لگے فرمایا کہ سب تو نہیں عرض کیا کہ اکثر فرمایا اس کی خاص وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عربی پڑھنے والے زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو پہلے سے طماع اور مفلس ہیں بعد پڑھ لینے کے بھی ان کی وہی عادت رہتی ہے طبیعت میں سے وہ بات جاتی نہیں اسی لیے ان کی تبلیغ میں بھی غرض کا شبہ ہو جاتا ہے اگر عالی خاندان لوگ امرا حکام نواب رئیس اپنے بچوں کو عربی پڑھائیں اور پھر وہ لوگ تبلیغ کریں، دیکھئے کیا اثر ہوتا ہے ورنہ واعظ کے افلاس میں یہی شبہ ہوتا ہے کہ چندہ مانگنا تو جانتے ہیں اور دینا نہیں جانتے، میں جس وقت ڈھاکہ گیا تھا تو وہاں کے ایک مدرسہ کے پرنسپل نے مدرسہ میں مدعو کیا، میں گیا انہوں نے مجھ سے یہی شبہ پیش کیا کہ اکثر علماء میں یہ مرض ہے میں نے کہا کہ اس کی جڑ انتخاب کی غلطی ہے اکثر غرباء کے بچے علم دین پڑھتے ہیں ان کا حوصلہ ان کا ظرف تو ویسا ہی ہوگا اگر امراء کے بچے علم دین پڑھتے ہیں ان کا حوصلہ ان کا ظرف ویسا ہی ہوگا۔ پرنسپل صاحب نے کہا کہ حضرت آج میرا ایمان محفوظ ہوا ورنہ مجھ کو اندیشہ اپنے ایمان کا ہو گیا تھا، میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ علم دین کا تو اثر نہیں میں نے کہا توبہ کیجئے کیا علم دین ایسی چیز ہے اور اثر کی نسبت میں نے کہا کہ یہ امراء کے بچے انگریزی کے اثر سے تو بگڑ گئے اگر انگریزی نہ پڑھتے تو ان کے اخلاق اس حالت کی نسبت اچھے رہتے اور غرباء کے بچے علم دین پڑھ کر کسی قدر سنور گئے اگر عربی نہ پڑھتے ان کے اخلاق اس حالت کی نسبت اور زیادہ خراب ہو جاتے۔ مطلب میرا اس کہنے سے یہ تھا کہ غرباء کے بچے جس قدر خراب ہونے چاہئیں تھے عربی کی بدولت اتنے خراب نہیں رہے اور

امراء کے بچے جس قدر اچھے ہونے چاہئیں تھے انگریزی کی بدولت اتنے اچھے نہیں رہے اور یہ انتخاب کی غلطی مشاہدہ میں آ رہی ہے کہ خود ایک ہی شخص کے بچوں میں جو سب میں زیادہ بے وقوف، کند ذہن، بدفہم، کم عقل، بدصورت ہو اس کو عربی پڑھانے کے لیے تجویز کیا جاتا ہے اور جو سمجھدار، عقلمند، ذہین صورت ہو اس کو انگریزی کے لیے تجویز کیا جاتا ہے۔

اب بھی رازی وغزالی پیدا ہو سکتے ہیں

فرمایا کہ اعتراض کر دینا کون مشکل کام ہے زبان ہلانی پڑتی ہے حقیقت کا سمجھنا مشکل ہے۔ ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ نہ معلوم آج کل غزالی اور رازی جیسے کیوں نہیں پیدا ہوتے میں نے کہا کہاں سے پیدا ہوں دنی الطبع، کم حوصلہ لوگ تو علم دین پڑھنے لگے اور جو لوگ خاندانی، بلند حوصلہ، عالی دماغ تھے انہوں نے علم دین پڑھنا چھوڑ دیا۔ انتخاب کا اختیار ہم کو دو، انتخاب ہم سے کراؤ، پھر دیکھو ہم غزالی اور رازی پیدا کر کے دکھلا دیں۔ ہے تو بے ادبی مگر میں بے ادبی نہیں سمجھتا اس لئے کہ یہ عرفاً بے ادبی سمجھی جاتی ہے، حقیقت میں بے ادبی نہیں وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے امام غزالی اور رازی سے افضل اس وقت موجود ہیں دیکھ لیجئے امام غزالی اور رازی کے بھی مصنفات موجود ہیں اور اس وقت بعض بزرگوں کے بھی موجود ہیں موازنہ کر لیا جائے، حضرت نبوت ختم ہوئی ہے علم اور ولایت ختم نہیں ہوئی۔

غیبت کرے تو اپنی ماں کی کرے

فرمایا کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ''اگر غیبت کرے تو اپنی ماں کی کرے''۔ خواجہ صاحب نے بہت ہی تعجب آمیز لہجہ میں عرض کیا کہ امام صاحب نے فرمایا کہ ماں کی غیبت کرے؟ فرمایا کہ آپ کو کیوں تعجب ہوا اہاں یہی بات فرماتے ہیں کہ میں اگر غیبت کروں تو اپنی ماں کی کروں تا کہ اگر میری نیکیاں کسی کے پاس جائیں تو ماں ہی کے پاس کیوں نہ جائیں۔ گھر کی نعمت گھر ہی میں رہے کہیں باہر نہ جائے۔

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

سیرتِ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آخری قسط (۲)

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ نے 19-02-1983 کو جامع مسجد حقانیہ میں جمعۃ المبارک کے موقع پر سیرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر نہایت مفصل، پر مغز اور جاندار خطاب فرمایا جسے مولانا ناز عفران سلمہ مدرس جامعہ ھذا اور محترم حافظ دلشاد حبیب صاحب کے تعاون سے شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

قذفِ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قائل بالاتفاق کافر ہے

نبی کریم ﷺ کی اس پاک اور مطہرہ عصمت مآب پاکدامنہ بیوی کے لئے یہ قاعدہ مقرر ہو گیا۔ اور تمام امت کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اب اگر کوئی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے تو وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ شیعوں کے جو لوگ اور فرقے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تہمت کے قائل ہیں، علمائے امت کے نزدیک بالاتفاق وہ اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ نہ ان سے نکاح جائز ہے، نہ ان کا ذبیحہ جائز ہے اور نہ ہی ان سے کسی طرح کا اسلامی برادری والا تعلق جائز ہے۔

حضرتِ یوسف علیہ السلام پر تہمت

نبی کریم ﷺ سے پہلے بھی بعض اللہ کے نیک بندوں پر تہمتیں لگائی گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بھی دنیا میں ایسے سامان بنا دیئے کہ وہ بری ہو گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام بڑے اولوالعزم پیغمبر ہیں، ان پر بھی تہمت لگائی گئی۔ آپ دروازے سے نکل رہے ہیں اور وہ زلیخاں چاہتی ہے کچھ ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ یہ پیچھا کر رہی ہے۔ اور زلیخاں چلتر کر رہی ہے کہ یہ میری طرف متوجہ تھے۔ تہمت لگا رہی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے وضاحت اور صفائی کا سامان بنا دیا کہ:

”وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِينَ“۔ (سورۃ یوسف:۲۶)

ترجمہ: اور (اس موقع پر) اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے شہادت دی کہ ان کا کرتہ (دیکھو کہاں سے پھٹا ہے) اگر آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی اور یہ جھوٹے۔ (بیان القرآن)

انہیں لوگوں میں سے ایک گواہ بن گیا۔ اس نے ایسا فارمولا پیش کیا جس کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہ ہوا۔ عجیب فارمولا تھا کہ بھئی! یہ جو بھاگا ہے، دیکھو کرتہ کہاں سے پھٹا ہوا ہے؟ اگر آگے سے پھٹا ہے تو یہ عورت ٹھیک کہہ رہی ہے۔ لیکن دیکھو تو سہی، یہ تو پیچھے سے پھٹا ہوا ہے۔ جب پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ یہ بھاگ رہے تھے، تو زلیخاں نے پیچھے سے پکڑ کر پھاڑا ہے۔

میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ نے کیسا عجیب عقلی فارمولا بیان کیا "شَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا" کوئی پہلے سے منصوبہ نہیں بنایا ہوا تھا۔ کوئی گواہی کسی نے سکھائی نہیں۔ وہیں سے گواہ پیدا ہوا تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دامن پاک ہو گیا۔ مردوں اور عورتوں سب کو یہ جواب ماننا پڑا۔

یہودیوں کا حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگانا

حضرت مریم علیہا السلام پر بھی یہودیوں نے ناپاک تہمت لگائی:

"فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا (سورۃ مریم: ۲۷)

ترجمہ: پھر وہ ان کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں لوگوں نے کہا اے مریم (علیہا السلام) تم نے بڑے غضب کا کام کیا۔ (بیان القرآن)

وہ جب بیٹا لے کر آئیں، تو وہ بے ہودہ بات کرنے لگے۔

براءتِ حضرت مریم علیہا السلام

جب بے ہودہ بات کرنے لگے تو حضرت عیسٰی علیہ السلام بچے ہیں، دودھ پی رہے ہیں، اس عمر میں گویائی کی طاقت نہیں ہوتی۔ عام بچے اس عمر میں نہیں بولا کرتے لیکن دیکھو

اللہ نے بطورِ معجزہ کے ان کو گویائی کی قوت عطا فرمائی اور وہ بول اٹھے کہ یہ تم عجیب بات کہہ رہے ہو۔

"إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَّجَعَلَنِي مُبٰرَكاً أَيْنَ ما كُنْتُ وَأَوْصٰنِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ما دُمْتُ حَيًّا وَّبَرًّا بِوالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّاراً شَقِيًّا"۔ (سورۃ مریم:۳۱،۳۲،۳۳)

ترجمہ: میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب (یعنی انجیل) دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا (یعنی بناوے گا)۔اور مجھ کو برکت والا بنایا، میں جہاں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں (دنیا میں) زندہ رہوں۔اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش بد بخت نہیں بنایا۔(بیان القرآن)

کہ میں تو اللہ تعالی کا بندہ ہوں، اللہ تعالی نے مجھے کتاب دی ہے۔ مجھے نبی بنایا ہے۔

نبی پاک ہوتا ہے، نسب میں عالی ہوتا ہے، خاندان میں اونچا ہوتا ہے، اس پر کوئی ایسی ویسی تہمت نہیں لگائی جاسکتی؟ جب میں نبی ہوں تو پھر میری ماں پر کیسے تہمت لگائی جاسکتی ہے؟ اپنی نبوت کو ماں کی پاکی کے لئے بیان کیا۔ یوں ہی نہیں کہا کہ میری ماں پاک ہے بلکہ دعوے کے ساتھ دلیل بھی دی کہ جب میں نبی ہوں تو میرے نبی ہونے کے اوپر ضروری ہے کہ میرے ماں باپ سب پاک ہوں۔ اب باپ تو تھا نہیں، صرف ماں ہی تھی اس لیے بس ماں پاک ہے۔ "وَجَعَلَنِي مُبٰرَكاً" مجھے تو برکتوں والا بنایا ہے۔ یہ حضرت مریم علیہا السلام کی پاکی اور صفائی کی دلیل ہے۔

براءتِ حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نبی کریم ﷺ کے سامنے صدیقۂ امتِ محمدیہ کا جو واقعہ پیش آیا۔ اس میں نہ گھر والے گواہ، نہ والد گواہ، نہ شیر خوار گواہ، گواہ پیش ہی نہیں کیے گئے بلکہ براءت کے لئے خود اللہ تعالی کا قرآن پیش ہوا، جبریل امین پیش ہوا کہ یہ گھر پاک ہے۔ اس میں کوئی شک کی بات نہیں۔

"وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبٰتِ"

یہ تو پاک خاندان ہے۔ گھر پاک ہے، نبی پاک ہے، بستر پاک ہے، پلنگ پاک ہے۔ یہ حجرہ پاک ہے۔ صرف پاک ہی نہیں بلکہ یہ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پا کی بڑی شان اور عجیب انداز میں بیان کی گئی۔ بڑا عجیب اسلوب بیان ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّناً وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ"۔

جب تم اپنی زبانوں سے ایک دوسرے سے بات لینے لگے، "تلقّی" ایک دوسرے سے بات لینے کو کہتے ہیں۔ "إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ" جب تم اپنی زبانوں سے باتیں کررہے تھے "وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم" اور اپنے مونہوں سے بھی باتیں کرنے لگے۔ زبان بھی چل رہی ہے، مونہہ بھی چل رہا ہے، اس طرز کلام میں کیسی شدت معلوم ہورہی ہے۔ ہم جب کسی کی برائی بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں، دیکھو بھائی! کیسی زبان تراشی کررہا ہے۔ کیسی چپر چپر کررہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب شدت سے انکار کیا جاتا ہے اور برائی بیان کی جاتی ہے تو کہا کرتے ہیں کہ منہ سے بھی بول رہا ہے، زبان بھی چلا رہا ہے۔ قرآن کریم نے کہا ہے:

" إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ"۔

زبان سے کہہ رہے ہو، منہ سے بول رہے ہو۔ تم نے کس بات کو منہ سے بولنا اور زبان سے کترنا شروع کیا تھا۔ تم کس بات کو کہہ رہے تھے؟ "مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْم" اس بات کو تم کہہ رہے تھے جو تمہارے علم میں نہ تھی۔ جب تمہارے علم میں یہ بات نہ تھی تو بے علمی کے باوجود منہ کیوں چلایا؟ یہ تہمت تم نے کیوں لگائی؟ اور تم نے کیا سمجھا تھا، کیا یہ بالکل معمولی سی بات ہے؟ بس جو منہ میں آیا کہہ دیا، جو زبان پر آیا بول دیا۔ "وَتَحْسَبُونَهُ

هَيِّنًا"، تم نے اس بات کو معمولی اور ہلکا سمجھا۔ حالانکہ "وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ" وہ تو اللہ تعالی کے نزدیک بڑی سخت بات تھی۔

"لَوْلا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَآ أَن نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيم"۔ (سورة النور:١٦)

جب تم نے یہ بات سنی تھی تو تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا تھا "سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ" کہ پاک ہے اللہ تعالیٰ، یہ تو بڑا بہتان ہے، تراشہ اور گھڑا ہوا۔ "مَا يَكُونُ لَنَآ أَن نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا"، ہمارے لئے تو یہ جائز بھی نہیں کہ زبان سے یہ کلام کریں۔

ایک اہم قاعدہ

معلوم ہوا کہ قاعدہ یہ ہے جب کسی بات کا علم نہ ہو تو سنتے ہی یوں کہہ دینا چاہئے ہم اس بات کو نہیں کہہ سکتے۔ جب بات کا علم نہ ہو تو فوراً اسے رد کر دو، نبی کریم ﷺ کی برکتوں سے، آپ کے ساتھ تعلق کی نسبتوں سے اللہ تعالی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بہت بڑے اونچے مقام پر پہنچا دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان تفقہ

اللہ تعالی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو علم بڑا عطا فرمایا تھا۔ فقیہہ اور سمجھدار بہت تھیں، علم میں بہت اونچا درجہ تھا۔ دو ہزار دو سو سے زیادہ احادیث آپ سے مروی ہیں۔ بڑے بڑے صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسائل کی تحقیق کے لئے جایا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تقریباً ۹ سال رہیں۔ جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مدینہ تشریف لائیں اس وقت آپ کی عمر ۹ سال تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہجرت سے پہلے ۷ یا ٦ سال کی عمر میں

ہی ہو چکا تھا۔اس سے معلوم ہوا چھوٹی عمر کی شادی بھی نبی ﷺ کی سیرت ہے۔ پھر ۹ سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔اور جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ سال تھی۔۹ سال تک نبی کریم ﷺ کی خدمت میں رہیں۔ حافظہ بہت عمدہ تھا، ذہن بہت اچھا تھا، حدیثیں بہت یاد تھیں۔آپ ﷺ کی سیرت اور واقعات کی بڑی عالمہ تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات بیوہ ہیں۔ صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی ایک بیوی کنواری اور نوعمر تھیں۔

وفاتِ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

۵۸ھ ہجری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو نبی کریم ﷺ کے بہت بڑے صحابی ہیں، انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔وصیت کے مطابق مدینہ منورہ کے قبرستان ''جنت البقیع'' میں آپ کو دفن کیا گیا۔

حجرہ مبارکہ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ میرے حجرے میں تین چاند ٹوٹ کر گرے تھے۔جب حضور نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی اور آپ کی قبر وہاں بنی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لو عائشہ ایک چاند تو آ گیا۔ پھر ڈھائی سال بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ان کی قبر مبارک بھی وہیں بنی، اور تیرہ سال تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرے میں بے تکلفی سے رہتی رہیں، فرماتی تھیں کہ ایک تو میرے شوہر ہیں اور ایک میرے والد ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا ان کی قبر بھی وہاں بنی۔فرمایا کہ اب میں حجرہ میں داخل ہوتی ہوں تو مجھے کچھ شرم آتی ہے، میں اپنا کپڑا ٹھیک کر لیتی ہوں۔

اس باحیا اور عفت مآب انداز کو کوئی کیا سمجھ سکتا ہے یہ بڑی باریک اور اونچی باتیں ہیں، ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔وہ سمجھتی تھیں کہ قبر میں ہوتے ہوئے بھی غیر مرد کا ایک تصور

ہوتا ہے۔آج کل کی عورتوں کا مسئلہ نہیں ہے،قبرستان جارہی ہیں،آج کل عورتیں غیروں کے پاس جارہی ہیں،کوئی خیال نہیں۔وہ نبی ﷺ کے صحابی اور خلیفہ راشد ہیں"لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب"(سنن الترمذی:رقم الحدیث،٣٦٨٦) کا مصداق ہیں۔اتنی جلیل القدر ہستی لیکن پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حجرے میں داخل ہوتے ہوئے پردہ کررہی ہیں۔اس تصور کو آپ غور سے سنیں،سمجھیں تو معلوم ہوگا کہ امہات المؤمنین نے ہماری ماؤں،بہنوں اور ہماری بیٹیوں کے لئے کیا عجیب سبق دیا ہے۔اس سبق کو ہم سوچیں۔اب تو بے حیائی کا زمانہ ہے۔یہ باتیں اب سمجھ میں نہیں آتیں۔خیال بھی نہیں آتا کہ یہ بھی کوئی بات ہے۔

فضیلتِ شیخین رضی اللہ عنہما

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ابوبکر،عمر اور ہم قیامت میں اکھٹے اٹھیں گے۔اس حدیث میں اشارہ تھا کہ ہم اکٹھے دفن ہوں گے کیونکہ اکھٹے اٹھنا دفن ہونے کے بعد ہی تو ہوگا۔

نبی کریم ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کا وجودِ مسعود

کتابوں میں لکھا ہے کہ جہاں کی مٹی ہوتی ہے انسان کی قبر بھی وہاں بنائی جاتی ہے۔اس سے یہ بھی سمجھ آرہا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما یہ ایک ہی مٹی سے بنے۔ایک ہی جگہ دفن ہوئے اور ایک ہی جگہ سے اٹھیں گے۔ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خاک کا کیا رتبہ ہے جو محمد ﷺ کی بقیہ مٹی سے بنے۔آپ ﷺ کی مٹی کے بقایا سے ان کو بنایا گیا۔خلقت ِانسانی میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بقیہ مٹی کو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے لئے استعمال کیا گیا۔گویا آپ خلقت میں بھی تتمہ ہیں۔اور جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی،تو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے تتمہ کے طور پر کام کیا۔اس لئے آپ ﷺ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ہوئی اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت ہوئی،تو خلافتِ شیخین تتمہ ہے۔گویا ابوبکر

وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت بھی نبوت کہلائی، کیونکہ ان کی خلافت علی منہاج النبوۃ تھی۔ یوں سمجھو کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کارندہ ہیں نبی ﷺ کے اور نبی ﷺ پسِ پردہ حکم جاری کرتے تھے۔اس لئے شیخین رضی اللہ عنہما نے ذرہ برابر بھی کوئی بات خلافِ سنت نہیں کی۔

خاندانِ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بات عرض کررہا تھا کہ یہ بڑا پاک خاندان ہے۔ان کی ماں امِ رومان رضی اللہ عنہا بھی صحابیہ ہیں،اوران کے والدابوبکر رضی اللہ عنہ، ان کے دادا کا نام ابوقحافہ ہے،وہ بھی صحابی ہیں۔عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا باپ بھی صحابی،عائشہ رضی اللہ عنہا کا دادا بھی صحابی،عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں بھی صحابیہ ہے۔اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد عبدالرحمٰن،عبداللہ اور دوسرے صاحبزادے اور بھائی سب صحابی ہیں۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہن اجمعین۔

ایک اشکال کا جواب

میرے عزیز دوستو!بہت سے لوگوں کوذہن میں یہ خلش ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات کیوں فرمائی تھی کہ میری قبر جنت البقیع میں بنائی جائے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ یوں کہتیں کہ میرے ہی حجرہ میں میری قبر بنادی جائے۔حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اور حضور نبی کریم ﷺ کی تین قبریں تو موجود تھیں کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے حجرہ مبارکہ میں ایک قبر کی جگہ موجود ہے۔اخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔۴۰ سال تک دنیا میں رہیں گے،عدل وانصاف سے دنیا کو بھردیں گے۔ظلم وستم کوختم کردیں گے۔عیسائیت اور ہر باطل مذہب ختم ہوجائے گا۔ سوائے اسلام کے کوئی اوردوسرا دین باقی نہ رہے گا۔۴۰ سال حکومت کرنے بعد جب وہ وفات پائیں گے،توان کی قبر روضہ مبارک میں ہوگی۔اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روضۂ اقدس پر سلام عرض کرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی اس دنیا والی آخری حیات ۶۰ سالہ میں حج بھی کریں گے اور حج کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوں گے، اور وہاں سلام عرض کریں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے سلام کا جواب بھی دوں گا۔ مسند احمد میں یہ روایت موجود ہے۔ تو دوستو عزیزو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی جگہ روضۂ مبارک میں رکھی ہوئی ہے۔

جنت البقیع کی فضیلت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع قبرستان میں دفن کیا گیا جو حضور ﷺ کے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ اور وہ ایسا قبرستان ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو اس میں دفن ہو جائے گا، قیامت والے دن میں اس کی شفاعت بھی کروں گا، اور اس کی گواہی بھی دوں گا۔ ایسی فضیلت والا قبرستان ہے، یہ معمولی قبرستان نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا کیا عرض کروں، بڑے ہی اونچے درجے کی بزرگ تھیں۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات میں ان کا بڑا اونچا مرتبہ تھا۔ ملائکۂ عرش اور حاملین عرش بھی اس مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔

شیخ الحدیث مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہم

نعت رسول مقبول ﷺ

میں آبِ زر سے لکھوں، مشک وزعفران سے لکھوں
تری ثناء مرے آقا، میں کس زبان سے لکھوں
سما سکے مری تعبیر میں، ترے اوصاف
کہاں سے لاؤں وہ تعبیر، کس بیان سے لکھوں
زباں بیان سے عاجز، قلم بھی قاصر ہے
خطا ہے عقل وخرد کی، اگر زبان سے لکھوں
میں تیرے خُلق کو، قرآن سے تلاش کروں
ترے شیون کو میں، تیرے ہی بیان سے لکھوں
جنید و شبلی و عطار، گُنگ وحیراں ہیں
ثنائے خواجہ لکھوں میں، تو کس زبان سے لکھوں
تری ثنا کا تحمل نہیں ہے، لفظوں میں
کہ تارے توڑ کے لاؤں، تو آسمان سے لکھوں
مجال کیا ہے کہ عارفؔ ہو ترجمانِ نبی
نبی کی شان نبی کی زبان سے لکھوں

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہم

شرفِ اِنسانیت کا معیار؛ ''علم وعمل''

الحمد لله رب العلمين،والصلاة والسلام على افضل الانبياء والمرسلين،

وعلى آله وصحبه اجمعين!

علم ایک روشنی اور نور ہے جو قدم قدم پر اِنسان کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے سامنے صراطِ مستقیم کو واضح کرتا ہے۔

اسی علم کی بنا پر حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد بنی آدم کو زمین میں خلافت نصیب ہوئی، اِرشادِ باری ہے:

"واذ قال ربك للملائكة انى جاعل فى الارض خليفة" (البقرة: ٣٠)

''اور وہ واقعہ قابل ذکر ہے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ یقیناً میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔''

اور اس خلافت کے لیے جن جن علوم کی ضرورت تھی وہ علوم حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سکھلا دیئے:

''وعلم آدم الاسماء كلها'' (البقرة:٣)

''اور اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے نام آدم کو الہام کر دیئے۔''

اور اسی علم کی فضیلت کی بنا پر حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنایا گیا۔ ارشادِ باری ہے:

"واذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابليس" (البقرة:٣٤)

''اور جب ہم نے حکم دیا تمام فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کے سامنے تو ان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے۔''

علم جو بھی ہو، جس سے اِنسانیت کی خدمت ہوتی ہو اسے فضیلت حاصل ہے، لیکن ان سب علوم میں افضل ترین علم وہ ہے جو علم دین یا علم شریعت کہلاتا ہے یا جسے وحی کا علم کہا جاتا ہے، جس علم کو سکھلانے کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت ہوتی ہے، وہ علم جو اِنسان کو اَپنے رب کی معرفت سکھلاتا ہے، اس کی صفاتِ کمال بتلاتا ہے اور اس کی عبادت کے طریقے اور اس کے ساتھ تعلق جوڑنے کا راستہ بتاتا ہے۔

یہ وہ علم ہے جو نہ صرف اِنسانوں بلکہ حیوانوں کے بھی حقوق بتلا کر ان کے حقوق اَدا کرنے کی تاکید کرتا ہے، وہ محبت وشفقت کرنے کا حکم دیتا ہے اور جو دِیانت وصداقت، شجاعت وسخاوت، اِخلاص واِیثار، قناعت وعفت جیسی صفات کی تعلیم دیتا ہے۔

یہ علم اور اس کی تفصیلات چوں کہ صرف انسان اپنی عقل کے بل بوتے پر حاصل نہیں کرسکتا اس لیے اس کی تعلیم کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا جاتا رہا اور قرآنِ کریم نے ان انبیاء کرام علیہم السلام کے فرائض میں تعلیم کو بطورِ خاص ذِکر فرمایا ہے، چنانچہ سیّد الانبیاء اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اِرشادِ باری ہے:

''لقد من اللّٰہ اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔''(آلِ عمران ۱٦٤)

''واقعی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب انہی میں سے ان میں ایک ایسا رسول بھیجا جو ان میں اللہ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور ان کی زندگی کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے اور بلاشبہ اس رسول کی تشریف آوری سے قبل یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔''

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''انما بعثت معلما'' مجھے تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اسلام نے علم کو جو مقام واہمیت دی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترنے والی سب سے پہلی وحی میں ''پڑھنے'' کا حکم دِیا گیا ہے:

''اقراء باسم ربك الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔اقراء وربك الاکرم۔ الذی علم بالقلم۔ علم الانسان مالم یعلم''

(علق: ۱ -۵)

''اے پیغمبر! اپنے اس رب کا نام لے کر قرآن پڑھیے، جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی، اس نے انسانوں کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔''

اوراسی قرآنِ کریم میں علم اور علماء کی فضیلت مختلف انداز سے بیان کی گئی ہے، سورۂ زمر میں اِرشاد ہوتا ہے:

''قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون'' (زمر: ۹)

''آپ فرمایئے کیا وہ لوگ جو حقیقت آشنا ہیں اور وہ جو حقیقت سے ناواقف ہیں کہیں برابر ہوسکتے ہیں؟''

سورۂ فاطر میں فرمایا گیا:

''انما یخشی اللّٰه من عباده العلماء'' (فاطر: ۲۸)

''اللہ تعالیٰ سے بس اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو اللہ کی قدرت وعظمت کا علم رکھتے ہیں۔''

اور ظاہر ہے کہ جتنا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم رکھے گا اتنا ہی وہ اس سے ڈرے گا اور یہ چیز علم ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔

پھر دُنیا میں جتنے بھی مفید علوم ہیں جن کے ذریعہ اِنسانیت کی خدمت ہوتی ہے

ان کا سیکھنا فرضِ کفایہ ہے، یعنی ان علوم کو بعض اِنسانوں نے سیکھ لیا جس سے اِنسانوں کی ضروریات پوری ہوجاتی ہیں تو ساری اُمت گناہ سے بچ گئی، جیسے کچھ افراد علم طب سیکھ کر ڈاکٹر اور حکیم بن جاتے ہیں، کچھ انجینئر اور دوسرے اہم علوم اور پیشے (فنون) سیکھ لیتے ہیں، اسی طرح دِین اِسلام کا تفصیلی علم سیکھنا یہ فرضِ کفایہ ہے، اگر اُمت میں ایسے علماء موجود ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں جن سے بوقت ضرورت دِین کے باریک اور تفصیلی علوم معلوم کیے جاسکتے ہیں تو یہ فرضِ کفایہ پورا ہو رہا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ جہاں تک دین کی بنیادی چیزوں کا تعلق ہے ان کا سیکھنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، جیسے اِیمان اور اِیمانیات کا سیکھنا، عبادات جو اس پر فرض ہیں اُن کا سیکھنا، حلال حرام کا سیکھنا، پھر زندگی کے جس شعبے سے ایک مسلمان کا تعلق ہے، اس شعبے سے متعلق اِسلام کے موٹے موٹے مسائل سیکھنا فرض ہے، جیسے اَگر ایک مسلمان تجارت پیشہ ہے تو اسے اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے کہ جس سے وہ تجارت کو اِسلامی اُصولوں پر چلا سکے، یہی وجہ ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایسے شخص کو تجارت کی اِجازت نہیں ملتی تھی جو تجارت کے شرعی مسائل سے واقف نہ ہو۔

علم کے بعد دُوسرا درجہ عمل کا ہے، بغیر عمل کے علم بے کار ہے، اور علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسا درخت بغیر پھل کے ہو، یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جب اَپنی اُمت کو تعلیم دیتے تو تعلیم کے ساتھ خود بھی اس علم پر عمل کرتے اور اُمت کو بھی عمل کرنا سکھاتے اور ان کی عملی تربیت فرماتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں ایک اہم صفت یہ بیان کی گئی ہے ''ویزکیھم'' اور وہ ان کا تزکیہ اور تربیت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

سوئے حرم

سفر حرمین شریفین زادہما اللہ تشریفاً وتکریماً ۱۴۲۲ھ قسط (۱)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امابعد

گذارش آنکہ تقریباً ماہ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۲ھ کی بات ہے کہ ہمارے کرم فرما اور دیرینہ مشفق اور مخدوم بزرگ جناب مکرمی حاجی ظفر علی زید مجدہم [1] ساکن موضع بانٹھ ضلع راولپنڈی نے بذریعہ خط احقر کو لکھا کہ میں اس سال آپ کو حج پر بھیجنا چاہتا ہوں اگر آپ کے حالات سازگار ہوں تو مجھے مطلع کریں، احقر کو اس مژدہ جانفزا سے جس قدر خوشی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے، حضرت والد صاحب قدس سرہ تو رحلت فرما چکے تھے اس لئے اس سلسہ میں حضرت والدہ صاحبہ مدظلہا اور دیگر برادران، بطور خاص عم مکرم ومحترم مدظلہ سے مشورہ کیا تو سب نے خوشی کے اظہار کے ساتھ اس سعادت کے حصول کی تائید کی، احقر نے جناب حاجی صاحب موصوف کو اس کی اطلاع کردی اور پھر جب پنڈی کا سفر ہوا تو موضع بانٹھ بھی جانا ہوا جناب ساجد صاحب جو ان کے بھانجے ہیں اور انہیں کی طرف سے مجھے حج پر بھیجا جا رہا تھا ان سے بھی ملاقات اور تفصیلاً زبانی گفتگو ہوئی طے پایا کہ درخواست سپانسر اسکیم کے تحت جمع کرائی جائے گی، نیویارک سے حج ڈرافٹ بھی احقر کو موصول ہوگیا، ہمارے دوسرے کرم فرما اور دیرینہ تعلق رکھنے والے محترم جناب لئیق راؤ صاحب مقیم سرگودھا سے اس کا ذکر آیا تو انہوں نے احقر کی وجہ سے اپنی درخواست الگ جمع نہیں کرائی بلکہ جناب مولانا عبدالرحیم صاحب ساکن فرید کوٹ سرگودھا اور ہم دونوں کی درخواست اکٹھی جمع کرائی گئی۔

....

(۱) افسوس کہ اب ان کا انتقال ہو چکا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائیں، آمین۔

رمضان المبارک میں بحمداللہ ہمارے راؤلئیق صاحب عمرہ کی سعادت بھی حاصل کرآئے ، ہم نے اپنی درخواست میں رہائش کے متعلق یہی لکھا تھا کہ رہائش ذاتی ہوگی اس لئے مقررہ تاریخ پراگرچہ سٹیفکیٹ جمع نہیں ہوسکا تاہم پھر بھی ذاتی رہائش کی سہولت جناب راؤصاحب کے ذریعہ حاصل ہوگئی، فللہ الحمدولہ الشکر ۔

احقر ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۶ء میں حج بیت اللہ کی سعادت اپنی والدہ ماجدہ مدظلہا کے ہمراہ حاصل کر چکا تھا اس سفر میں برادرعزیز حافظ سید عبدالودود سلمہ بھی ہمراہ تھے اس کے بعد حضرت اقدس والدصاحب قدس سرہ کے ساتھ رجب المرجب ۱۴۲۱ھ میں عمرہ کے لئے حاضری ہوئی اوراب بھی یہی خیال تھا کہ حق تعالی پھر حاضری کی سعادت سے نوازیں اورعمرہ ہوجائے اللہ تعالی نے فضل فرمایا کہ احقر کے وہم وگمان کے برعکس حج پر حاضری کا سامان پیدا کردیا،ذٰلک فضل اللہ سبحانہ وتعالی ولہ الحمدوالشکر ، بندہ اس پرحق تعالی کا جس قدر بھی شکرادا کرے کم ہے:رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحاترضاہ ۔اس کے لئے احقر جناب حاجی ظفرعلی صاحب موصوف اور جناب ساجد صاحب کاشکرگذاراوردعا گو ہے اللہ تعالی ان حضرات کو بہت بہت جزائے خیرعطافرمائے امین ۔

جناب حاجی ظفرعلی صاحب زیدمجدہم حضرت اقدس علامہ ظفراحمدعثمانی قدس سرہ کے مجازصحبت اورخاص متوسلین میں سے ہیں حضرت اقدس والد ماجدقدس سرہ سے بھی ان کا خاص تعلق رہاہے احقر سے بھی اس بناپرخاص شفقت فرماتے ہیں۔

۱۹۹۲ء میں حضرت والد ماجدقدس سرہ انہی کے انتظام سے عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تھے احقر بھی بفضلہٖ تعالی ہمراہ تھا پھرگذشتہ سال کی حاضری بھی احقر کو جناب موصوف ہی کے اہتمام وانتظام سے نصیب ہوئی تھی اوراس مرتبہ کا یہ سفر بھی موصوف ہی کی عنایت وشفقت سے نصیب ہورہاہے،فجزاھم اللہ تعالی خیرالجزاء فی الدنیا

والآخرة وادخلناواياه الجنة جنة الفردوس، آمین۔

حق تعالیٰ کے بے پایاں احسانات افضال وانعامات کوشمار نہیں کیا جا سکتا حق تعالی کی بے شمار نعمتیں ہیں اور وہ بھی متنوع اور مختلف مگر کسی ایک پر بھی اس کا شکر ادا نہیں ہوسکتا، انہوں نے حج وعمرہ جیسی عظیم نعمتوں سے نوازنے کا ذریعہ احقر کے لئے حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کی عظیم اور مبارک ہستی کو بنایا ہے بلاشبہ یہ انتظامات وانعامات ان کرم فرماؤں کی طرف سے انہی کے تعلق کی وجہ سے ہیں، اللہ تعالی حضرت والدصاحب رحمہ اللہ کے درجات بلند فرماویں اور مقعد صدق میں مقام خاص سے نوازیں اور مجھے بھی حسنات میں ان کی پیروی نصیب فرماویں اللهم آمين برحمتك ياارحم الراحمين۔

وزارت حج کی طرف سے جو کارڈ موصول ہوا اس کے مطابق ہمیں ۱۲فروری ۲۰۰۲ء ۲۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ کو اسلام آباد حاجی کیمپ پہنچنا تھا اس تاریخ سے قبل گردن توڑ بخار کا انجکشن سرگودھا سے احقر نے لگوالیا تھا اور دیگر ضروری تیاری بھی کی، اے کاش کہ حقیقی تیاری کی توفیق بھی نصیب ہوجاتی اللہ تعالی اس سعادت سے بھی نوازیں امين وماذلك على الله بعزيز۔

مورخہ ۲۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ بروز منگل ۱۲فروری ۲۰۰۲ء

بالآخر خدا خدا کرکے اسلام آباد روانگی کی تاریخ بھی آگئی جس کا انتظار ہر وقت دل میں لگا رہتا تھا، احقر فجر کی نماز کے بعد گھر میں حضرت والدہ ماجدہ مدظلہا کی خدمت میں حاضر ہوا ان سے دعا کی درخواست اور سفر کی اجازت حاصل کی۔

اہلیہ ودیگر اہل خانہ کو سلام ودعا اور بچوں کو پیار کے بعد گھر سے جامعہ کے لئے روانہ ہوا، گھر میں دو رکعت نماز پڑھکر دعا بھی کی اللہ تعالی قبول فرمائیں۔

جامعہ پہنچا تو جانے کا وقت قریب تھا وہاں سب حضرات سے ملاقات مصافحہ اور بعض حضرات سے معانقہ بھی ہوا، جامعہ کے اساتذہ کرام، طلبہ اور دیگر معززین شہر اور جو

حضرات از خود جمع ہوئے ان کے ساتھ دعا کی، پونے نو بجے صبح سرگودھا روانگی ہوئی۔

برادر عزیز حافظ عبدالودود سلمہ، محمد تسنیم و محمد زاہد سلمہما اللہ تعالیٰ بھی ہمراہ تھے، دس بجے سرگودھا مدینۃ العلوم پہنچے یہاں سے تقریباً پونے گیارہ بجے اسلام آباد روانہ ہوئے مدینۃ العلوم میں بھی بعض حضرات علماء کرام جمع تھے یہاں بھی دعا کے بعد سب سے مل کر سفر شروع ہوا، جناب مولانا عبدالرحیم صاحب اور راؤ لئیق صاحب سے پہلے ہی طے تھا کہ سفر اکٹھے ہوگا اس لئے ہم تینوں مدینۃ العلوم میں جمع ہوئے اور وہیں سے سفر شروع ہوا، ان دونوں حضرات کے ساتھ بھی ان کے متعلقین گاڑی میں موجود تھے۔

الغرض حاجی کیمپ پہنچ کر معلوم ہوا کہ ۱۴ فروری کی پرواز سے جانے والے حضرات کا پاسپورٹ اور ویزا ابھی مکمل نہیں ہوا یہ حضرات کل ۱۳ کو رجوع کریں اس لئے ہم وہاں سے جلدی واپس ہوئے، البتہ سامان جمع کرانے کی سہولت کے لئے عبدالودود سلمہ کا پاس بنوالیا، وہاں سے فارغ ہو کر سب حضرات اپنی اپنی جگہ پہنچ گئے، احقر برادم جناب قمر علی صاحب کے ہاں آ گیا رات کا قیام بھی یہیں ہوا۔ برادرم مولانا عبدالصبور صاحب بھی جناب فرحت ترمذی صاحب کے ہاں اسلام آباد پہنچ چکے تھے ان سے بھی فون پر ہی رابطہ ہوا۔ آج کہیں اور جانا نہیں ہوا البتہ فون پر ہی رابطہ کا سلسلہ جاری رہا، جامعہ حقانیہ سے مولانا امام الدین صاحب اور ساہیوال سے محترم چچا عبدالعلیم صاحب نے بھی فون کیا اور حالات بتائے، اسلام آباد میں مولوی محمد شاکر اور مولوی عبدالحفیظ سلمہ سے فون پر بھی بات ہوئی، حاجی ظفر علی صاحب سے فون پر رابطہ کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔

مورخہ ۲۹ ذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ ۱۳ فروری ۲۰۰۲ء بدھ

آج ہم نے حاجی کیمپ حاضر ہو کر ضروری کاغذات حاصل کرنے تھے نو بجے ہم یہاں پہنچ گئے اور ڈیڑھ گھنٹہ کے مختصر وقت میں تمام مراحل بخیر و خوبی نہایت آسانی اور سہولت سے طے ہو گئے پاسپورٹ اور کرنسی وغیرہ سب کچھ حاصل ہو گیا چونکہ ہماری رہائش

ذاتی تھی اس لئے کرنسی دیگر حضرات کی بہ نسبت زیادہ ملی جس سے تقریباً تیس ہزار پاکستانی روپے کا فائدہ ہوا، والحمدلله علی ذٰلك ، ہم یہاں سے فارغ ہوکر گھر آ گئے۔

ظہر کے بعد مولوی محمد شاکر سلمہ گھر پہنچ گئے عصر کے وقت مولوی عبدالحفیظ بھی یہیں آ گئے مغرب تک ان سے تبادلہ خیال ہوا مولوی محمد شاکر سلمہ نے حضرت اقدس والد صاحب قدس سرہ پر جو مضمون لکھا احقر نے وہ پورا حصہ بھی ایک ہی نشست میں پڑھ لیا ماشاء اللہ بہت ہی مفید اور ضروری معلومات پر مشتمل ایک اہم مقالہ تیار ہو گیا ہے حق جل شانہ مفید اور نافع فرمائے، آمین۔

برادر عزیز محمد نعیم سلمہ اور عبدالودود ضروری کام سے بازار چلے گئے تھے عشاء کے وقت ان کی واپسی ہوئی اس کے بعد ہم جناب فرحت ترمذی کے ہاں گئے، آج کا کھانا چونکہ وہیں کھانا تھا اس لئے اب تک کچھ نہیں کھایا تھا، وہاں پہنچ کر سب سے ملاقات بھی ہوئی اور کھانا بھی کھایا، بھائی عبدالصبور صاحب کا قیام یہیں ہے ان سے بھی یہیں ملاقات کی، تمام بچوں اور اپنی بچیوں سے ملنا ہوا، طویل نشست کے بعد واپسی ہوئی، سب نے مل کر دعا کی اور وہاں سے ہم پھر برادرم جناب قمر علی صاحب کے مکان پر پہنچ گئے رات کا قیام یہیں کیا۔

یکم ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۴ فروری ۲۰۰۲ء جمعرات

حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج وہ مبارک دن بھی آ گیا جس کے لئے عرصہ سے دن گنے جا رہے تھے، ہم نے صبح فجر کی نماز ادا کی پھر ناشتہ کیا اور پنڈی سے جناب فضیلۃ الشیخ القاری المقری قاری محمد طاہر الرحیمی مدظلہم کا مضمون ادارہ غفران سے لے کر حاجی کیمپ پہنچ گئے، گھر سے نکلنے سے قبل بخیر وعافیت سفر اور مقبول حج وغیرہ کی سعادت کے لئے نیز سب کی فوز وفلاح دارین کے لئے دعا کر لی گئی تھی، راؤ صاحب ہم سے قبل اور مولوی عبدالرحیم ان سے بھی پہلے پہنچ چکے تھے ہم نے یہاں سب برادران محمد نعیم ، محمد تسنیم ، محمد زاہد سلمہم کو رخصت کیا اور عبدالودود کو ہمراہ لے کر اندر پہنچے اور سامان چیک کرایا اور جمع

بھی، اسی وقت جامعہ حقانیہ سے فون پر بات ہوئی، عبدالودود سلمہ بھی یہاں سے مل کر رخصت ہوئے، ہم اب ائیر پورٹ روانہ ہوئے اور تمام مراحل طے کرتے ہوئے ٹھیک بارہ بجے لاؤنج میں پہنچے، وضوء کیا اور احرام کا لباس پہنا وقت ہونے پر راؤ صاحب نے ظہر کی اذان دی پھر سنتیں ادا کی گئیں بعدہ احقر نے ظہر کی نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر پونے دو بجے تک یہیں قیام ہوا اس دوران موبائل پر عبدالودود سلمہ سے رابطہ کیا دونوں مرتبہ بات نہ ہو سکی بالآخر ایک دفعہ جامعہ میں اور دوسری بار گھر بات ہوئی پھر جہاز میں سوار ہوئے، تقریباً پورے وقت پر ہی جہاز چلا اور کچھ دیر بعد سطح زمین سے بلند ہو گیا سب نے سفر کی دعائیں پڑھیں اور بخیر و خوبی سفر کی تکمیل کی دعا کی، اس وقت تمام مسافرین نہایت فرحاں وشاداں تھے حق تعالی کی حمد وثنا سے ان کی زبانیں تر اور قلوب اس کے شکر سے لبریز، والحمدلله على ذٰلك۔

اعلان کے مطابق جہاز پانچ گھنٹے اور ۴۵ منٹ پر جدہ اترے گا ان شاء اللہ تعالی اس سے واضح ہے کہ رفتار کم ہے چونکہ جہاز چھوٹا ہے اس لئے مسافروں کی تعداد ۱۷۲ ہے مولانا عبدالرحیم کی سیٹ نمبر ۱۵ اور احقر کی ۳۱۔ اس وقت جہاز کو اڑے تقریباً پونے تین گھنٹے ہو چکے ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ نصف سفر طے ہو چکا ہے طیارہ منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے اللہ تعالیٰ خیریت سے منزل مقصود تک پہنچائے، آمین۔

احقر نے احرام کا لباس تو ائیر پورٹ اسلام آباد ہی میں پہن لیا تھا لیکن نیت نہیں کی تھی اب عصر کی نماز کا وقت ہوا احقر نے پہلے عصر کی نماز ادا کی پھر عمرہ کی نیت کی اور تلبیہ پڑھ کر دعا کی اللہ قبول فرمائیں احقر کو عمرہ مقبول اور حج مقبول ومبرور نصیب فرمائیں، آمین ثم آمین۔ اس کے بعد کے حالات عمرہ کی ادائیگی کے بعد ہی تحریر کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ، اعلان کے مطابق تقریباً ڈھائی گھنٹہ میں جہاز جدہ پہنچے گا، اللهم بلغنا بالخير والعافية، آمین۔

نوٹ: طیارہ میں اس سفر کے دوران احقر نے مضمون ''ضیافت مدینہ،، جس کا تعلق

''سبعہ احرف'' کی بحث سے ہے مطالعہ کیا، ماشاء اللہ نہایت عجیب وغریب تحقیقات پر مشتمل بہت عمدہ مضمون ہے اس کو بڑی محنت سے عزیز محمد عبداللہ سلمہ اور برادر عزیز مولوی محمد تسنیم سلمہ کی معاونت سے عزیز حافظ محمد راشد سلمہ نے کمپوز کیا ہے ان عزیزان نے اس پر بہت محنت کی ہے اوراس کی خاص کوشش کی کہ کتابت کی کوئی غلطی نہ رہے، تصحیح کے اس بلیغ اہتمام کا منشا جناب مؤلف مدظلہم کی جانب سے انعام کا اعلان ہے اوروہ اسی شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس میں کتابت کی ایک بھی غلطی نہ ہو،احقر نے مطالعہ کے دوران بطور خاص اس کی طرف توجہ دی بحمداللہ تعالیٰ مضمون نہایت شاندار طریقہ سے کتابت کیا گیا ہے اور یہی محسوس ہوتا ہے کہ اس میں مذکورہ شرط متحقق ہے، واللہ اعلم۔

راؤ صاحب نے اس مضمون کے پہلے حصہ کا مطالعہ کیا جس کا تعلق حضرت اقدس والد صاحب قدس سرہ کی عظیم شخصیت سے متعلق ہے اس حصہ کی چند سطور دراصل پورے مضمون کی جان اور روح ہیں بعد کا مضمون اس کی شرح اور تشریح ہے،فللہ در المؤلف۔

شب ۳ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ

جہاز چھ گھنٹہ میں جدہ ملک عبدالعزیز انٹرنیشنل ائیرپورٹ پر اترا اس وقت تمام مسافران کی حالت دیدنی تھی سب ہی خوش وخرم نظر آرہے تھے''جدہ'' باب الحرمین ہے یہاں پہنچنے والا گویا حرمین پہنچ جاتا ہے۔

جدہ اتر کر نماز پڑھی احقر نے مغرب کی جماعت کرائی پھر ضروری کارروائی کے مراحل طے ہوئے کسٹم کے عملہ نے زبردست چیکنگ کی مگر ہمارے سامان میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جو قابل اعتراض ہو اس لئے پریشانی نہیں ہوئی، والحمدللہ علی ذٰلك۔

جدہ میں عشا کی نماز ادا کی دس بجے شب مکہ معظّمہ کے لئے گاڑی میں بٹھادیا گیا، گیارہ بجے روانگی ہوئی یہ سفر اگرچہ مسافت کے اعتبار سے کم ہے لیکن قانونی پیچیدگی کی وجہ سے بڑا صبر آزما ہوجاتا ہے تاہم اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا کہ حرم میں داخلہ نصیب فرمایا، ہم سب

بخیریت ساڑھے بارہ بجے شب مکہ معظّمہ زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً پہنچے، یہاں باب الفہد پہنچ کر سامان کا انتظام زیرِغور تھا کہ اچانک حاجی محمد رمضان صاحب ساکن جدہ نے احقر کے سامان پر نام دیکھ لیا اس طرح ان سے بالکل خلاف توقع پہنچتے ہی ملاقات ہوگئی ان کے ساتھ محلّہ عمران کی بلڈنگ چلے گئے سامان وہاں رکھا اور اطمینان کے ساتھ، پھر باب الفہد سے مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور کعبۃ اللہ پر پہلی نظر پڑتے ہی دعائیں کیں۔

احقر اور مولانا عبدالرحیم صاحب نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اس لئے ہم نے اکھٹے ہی عمرہ ادا کیا جناب لئیق راؤ صاحب نے ہم سے علیحدہ طواف اور حج کی سعی کی، یہاں کے ٹائم کے مطابق ہم عمرہ سے چار بجے فارغ ہوئے، چونکہ احرام عمرہ کا تھا اس لئے ہم نے حلق کرا کے احرام کھول دیا اور اس کے بعد حرم میں ہی فجر کی نماز ادا کی پھر ناشتہ لے کر حاجی محمد رمضان صاحب کی بلڈنگ پر پہنچ کر ناشتہ کیا، پھر عزیز محمد محفوظ سلمہ (جو ہمارے چوہدری محمد یامین صاحب کے لڑکے عزیز حافظ محمد افضل سلمہ کے چھوٹے بھائی اور حاجی محمد رمضان صاحب کے برادر نسبتی ہیں) پہنچ گئے ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی بعدہ ہم مدرسہ صولتیہ میں چلے گئے جناب محترم مولانا حشیم صاحب زیدمجدہم سے ملاقات ہوئی انہوں نے ہمیں رہائش کے لئے جگہ عطا فرمادی، جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

یہیں مولانا شیر محمد صاحب مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور نے احقر کو دیکھ لیا ان سے بھی ملاقات اور مختصر گفتگو ہوئی موصوف یہیں ٹھہرے ہوئے ہیں ہم اس کے بعد جمعہ ادا کرنے کے لئے حرم جا رہے تھے کہ حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم سے ملاقات ہوگئی اور پھر انہی کے ہمراہ جمعہ ادا کیا، رش بے پناہ تھا بڑی مشکل سے ہمیں جگہ مل سکی خطیب صاحب نے مختصر خطبہ دیا اور اس کے بعد نماز پڑھائی ایک اندازہ کے مطابق ۳۵ لاکھ افراد نے جمعہ ادا کیا، وللہ الحمد۔

جمعہ پڑھ کر احقر اور مولانا عبدالرحیم صاحب بلڈنگ پر آگئے کچھ دیر کے بعد

راؤ صاحب پہنچ گئے اور یہاں عزیز محفوظ سلمہ نے پر تکلف کھانا کھلایا، پھر ہم سامان لے کر صولتیہ پہنچ گئے، احقر نے عصر صولتیہ کی مسجد میں ہی ادا کی، کچھ دیر حضرت مولانا مشرف علی صاحب مدظلہ سے مکالمہ رہا پھر احقر نے پانچ بجے جامعہ میں فون کیا مولانا امام الدین صاحب سے بات ہوئی اپنی خیریت عمرہ کی ادائیگی اور قیام کے متعلق ان کو اطلاع کی اور ان سے وہاں کی خیریت بھی معلوم ہوئی، احقر جمعہ کے بعد بلڈنگ پر تھا اس دوران برادرم مولانا اشرف علی صاحب ملنے کے لئے صولتیہ آئے مگر ملاقات نہ ہوسکی مولانا شیر محمد صاحب نے ان کا فون نمبر دیا عصر کے بعد ان امور سے فراغت کے بعد ہم حرم پہنچ گئے اور عشا کے بعد تک وہاں حاضری رہی، مغرب کی نماز کے بعد تدریسی حلقہ میں بھی احقر آخر تک شامل رہا بہت آسان اور فصیح عربی میں سبق اور سوال و جواب کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا چونکہ استاذ حرم اور مدرس حرم حنبلی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے مسائل کی تشریح و تفسیر اسی مسلک کے مطابق بیان کی، عشا کے بعد مدرسہ صولتیہ واپسی ہوئی اور رات کا قیام یہیں رہا۔

۴ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ ۱۶ فروری ۲۰۰۲ء ہفتہ

فجر کی نماز ادا کی، پھر کچھ دیر کے بعد ناشتہ کیا اور کچھ دیر آرام بھی بعد ازاں مولانا محمد اشرف علی صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا کو فون کیا مگر وہ آرام کر رہے تھے ان سے بات نہ ہوسکی احقر اس کے بعد مدرسہ صولتیہ کے دفتر میں پہنچ گیا یہاں حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی اور مولانا شیر محمد صاحب اور جناب مولانا محمد مبین صاحب مسائل بتلا رہے تھے اس محفل میں شریک ہوا بہت سے مسائل سامنے آئے، لوگ چونکہ مسائل حج کثرت سے پوچھتے ہیں اس لئے بہت نفع ہوتا ہے اس طرح مناسک سے اچھی خاصی مناسبت اور پھر ایک مدت کے بعد مہارت پیدا ہو جاتی ہے، استلام کے وقت قدم کہاں ہوں اس پر بھی بحث ہوئی ''معلم الحجاج'' کی عبارت کا ذکر بھی آیا، مولانا مبین

صاحب نے اس سلسہ میں حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب مدظلہم کا قول بھی نقل کیا۔

حضرت اقدس والد صاحب قدس سرہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ احقر بھی اس پر لکھ چکا ہے، ''معلم الحجاج'' میں لکھے ہوئے طریقہ پر عمل دشوار ہے اس لئے صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ بوقت استلام قدم اور چہرہ سینہ حجر اسود کی طرف ہونے میں گنجائش ہے، استلام چونکہ تقبیل کے قائم مقام ہے اور تقبیل میں یہ طریقہ جائز ہے اس لئے استلام میں بھی جواز ہی معلوم ہوتا ہے خاص طور پر آج کل جب کہ مطوفین کا ہجوم اس قدر ہے کہ تصور سے بھی باہر ہے اور اس لیے مذکورہ طریقہ پر عمل تکلیف مالا یطاق ہوگی جو کہ شرعا مدفوع ہے لقولہ تعالیٰ: لا یکلف الله نفسا الا وسعها بس اس لئے بوقت استلام چہرہ قدمین وغیرہ کا حجر اسود کے بالمقابل ہونے میں گنجائش ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

احقر نے پھر ظہر کی نماز جماعت سے ادا کی، نماز سے فارغ ہوا کہ برادرم مولانا اشرف علی صاحب مع جناب شہزاد صاحب یہاں پہنچ گئے موصوف اس سے قبل بھی دو مرتبہ یہاں آئے تھے مگر ہم سے ملاقات نہیں ہوسکی تھے یہ حضرات ہم سے ایک ماہ قبل یہاں پہنچے تھے اور مدینہ منورہ بھی حاضری دے چکے ہیں حج کے بعد ۲۶ فروری کو واپسی کا نظم ہے اللہ تعالیٰ بہتری فرماویں، آمین۔ مولانا اشرف علی نے ازراہ محبت عشا کے بعد کے لئے اپنے ہاں دعوت پر بھی اصرار کیا چنانچہ عشا کے بعد مستشفیٰ اجیاد پر ملاقات طے ہوئی۔

احقر مع مولانا عبدالرحیم صاحب بعد عصر حرم میں حاضر ہوئے وہاں اچانک جناب حاجی بشیر صاحب سے ملاقات ہوئی ان سے معلوم ہوا کہ دارالعلوم کراچی اور کبیر والا کے حضرات بھی حج کے لئے تشریف لائے ہیں اور ان کا قیام مکہ معظّمہ میں ہی ہے، احقر اس کے بعد مسجد الحرام میں مقام درس پر پہنچ گیا مغرب یہیں ادا کی نماز کے بعد بیان شروع ہوا محظورات احرام پر تفصیلی بیان ہوا، اس کے بعد سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا مگر احقر کے سوالات کا جواب بعد عشا کے لئے رکھا گیا لیکن چونکہ مجھے بوجہ وعدہ بعد عشا ساڑھے

آٹھ بجے مستشفی اجیاد کے قریب پہنچنا تھا اس لئے احقر نماز سے فارغ ہوتے ہی وہاں سے چل نکلا، بے پناہ ہجوم کے باوجود وقت پر پہنچ گیا۔

جناب راؤ صاحب اور مولانا عبدالرحیم صاحب بھی پہنچ گئے اب ہم مولانا اشرف صاحب کا انتظار کرتے رہے وہ اس جگہ پونے نو بجے پہنچے پھر ہم ان کی جائے قیام پر گئے وہاں احباب سے ملاقات ہوئی ،مولانا محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم سرگودھا بھی اسی منزل میں ٹھہرے ہوئے تھے ان سے ملاقات کے بعد ان کی ہمشیرہ صاحبہ مرحومہ کی ان سے تعزیت کی مرحومہ ۱۲فروری کو انتقال کر گئیں ہیں اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں، آمین۔

پھر ان کے سوال پر مدارس سے متعلق حکومت پاکستان کی پالیسی اور اس سلسلہ میں علماء کرام کے خیالات پر کافی دیر گفتگو رہی اتنے میں کھانا تیار ہو گیا اور ہم سب نے مل کر کھانا کھایا دعوت بہت عمدہ اور پر تکلف تھی ساتھیوں کے اجتماع سے خاص فرحت اور سکون ہوا، بعدازاں ہم اپنے معلم کے ہاں مکتب نمبر۱۲ پہنچے معلوم ہوا کہ کارڈ کل ملیں گے وہیں جناب ڈاکٹر صابر صاحب اور حضرت حاجی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ سے بھی ملاقات ہوئی، آج امید ہے کہ خیموں کے متعلق معلومات ہو جائیں گی البتہ کارڈ مل چکے ہیں، وہاں سے گیارہ بجے شب فارغ ہو کر صولتیہ پہنچے اور آرام کیا۔

(جاری......)

مترجم: عبدالناصر ترمذی

ضرورت مند پر خرچ کیجئے

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۸۹۷ھ۔۹۷۳ھ) مصر میں بہت بڑے ولی اللہ اور صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ آپ شریعت وطریقت کے جامع تھے، اس لیے آپ کی کتب علماء اور صوفیا حضرات دونوں میں مقبول ہیں۔ تصوف کے موضوع پر آپ کی بہت سی کتب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ زیر نظر مضمون ''ضرورت مند پر خرچ کیجئے'' آپ کی مشہور کتاب ''تنبیہ المغترین'' کے باب چہارم کے کچھ حصہ کا ترجمہ ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ سلف صالحین غیر ضروری تعمیر وغیرہ پر خرچ کرنے کے بجائے فقراء اور ضرورت مند کے تعاون کو ترجیح دیتے اور متعلقین کو بھی اسی کی تاکید فرماتے تھے۔ (از مترجم)

بہترین صدقہ

اولیاء اللہ تعالیٰ رحمہم اللہ کے اعلیٰ اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ: وہ درہم ودینار تعمیر میں خرچ کرنے کے بجائے بھوکوں کو کھانا کھلانے، ننگوں کو کپڑا پہنانے اور ان لوگوں کے قرض ادا کرنے میں خرچ کرنے کو ترجیح دیتے تھے جو قرض ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں، بالخصوص اس زمانہ میں کہ اگر کام کرنے والا فقیر ہو تو اس کو تھوڑی سے روزی بھی اسباب موت کا معائنہ کیے بغیر نہیں ملتی، اور اگر کوئی عابد ہو اور اس کے لیے پیشہ نہ ہو تو اسے اس کے دین کے چلے جانے کے بغیر روزی نہیں ملتی۔

میں نے اس زمانے کے مشائخ میں سے ایک شیخ کو دیکھا اس کے لیے گنبد میں مقبرہ اور تابوت بنایا جارہا تھا کہ اچانک اس کے پاس ایک عبادت گزار اندھا آدمی آیا اور اس سے آدھا درہم مانگا تاکہ اس سے اپنے بچوں کے لیے روٹی خرید لے لیکن اس نے نہ دیا، میں نے اس سے کہا اس کو آدھا درہم دے دو! بے شک وہ اس عمارت اور گنبد کی تعمیر میں خرچ کرنے سے بہتر ہے لیکن اس نے پھر بھی انکار کر دیا، چنانچہ اس دن سے وہ میری نگاہوں میں گر گیا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک کا عمل

حضرت عبداللہ بن مبارک اپنے گھر کی چاروں جانبوں سے چالیس گھروں کو عیال شمار کرتے تھے اوران کے دستر خوان پر بھنی ہوئی مرغیاں ہوتی تھیں،لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ مسجد کی تعمیر میں کچھ معاونت کردیں آپ نے اس سے انکارکر دیااورفرمایا ایک لقمہ جوبھوکے آدمی کے پیٹ میں ہومیرے میزان میں مسجد کی عمارت سے زیادہ وزنی ہے اگر چہ میں اکیلا اس کو تعمیر کروں۔

تعمیر پر خرچ کرنا

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے مال کو پانی اورمٹی میں ضائع کردیتے ہیں۔

اورحدیث مبارکہ میں یہ بھی آیا ہے کہ:

ہروہ درہم جس کو آدمی خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا اجر دیتے ہیں،سوائے دوجگہ خرچ کرنے کے(۱)تعمیر میں (۲) گناہ میں۔

ارشادنبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غرفہ مبارک کی سیڑھی کے ایک پائے کودیکھا کہ وہ حرکت کررہا ہے پس میں نے چاہا کہ میں اس کو مٹی کے ٹکڑے سے تعمیر کردوں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کردیااورفرمایا:

مجھے دنیا سے کیا غرض ہے۔

اورایک روایت میں ہے کہ: میں دنیا کے ویرانے کے لیے بھیجا گیا ہوں نہ کہ اس کی تعمیر کے لیے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک برآمدہ تعمیر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط تحریر فرمایا، جس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ:

''عمر کی جانب سے عویمر کی طرف تم پر سلامتی ہو، امابعد: تجھے تیری ماں گم کرے، کیا تیرے لیے اور کوئی ضرورت نہیں تھی کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم نئی عمارتیں تعمیر کرتے ہو، میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ میرا خط اپنے ہاتھ سے رکھنے سے پہلے اس کو گرادو''۔

چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس عمارت کو گرادیا۔

محتاج ہونے کا سبب

حضرت وہب بن منبہ فرمایا کرتے تھے کہ: جو شخص فقراء کے مال و دولت پر مالدار بنے (یعنی ان کے نام پر لے کر اپنی ذات پر استعمال کرے تو) وہ فقیر ہوجاتا ہے، اور جو شخص فقراء سے کسی عمارت کی تعمیر میں بغیر اجرت کے مزدوری لیتا ہے تو وہ تعمیر تباہ و برباد ہوجاتی ہے۔

بلاضرورت تعمیر پر خرچ کرنا

حضرت سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے کہ: مجھے یاد نہیں میں نے کبھی کوئی درہم عمارت کی تعمیر میں خرچ کیا ہو۔

حضرت مطرف بن عبداللہ کے گھر کی دیوار ٹیڑھی ہوگئی، لوگوں نے ان سے کہا آپ کسی روز اس کو ٹھیک کیوں نہیں کرلیتے؟ آپ نے فرمایا: گھر کا مالک ہمیں گھر میں ٹھہرنے ہی نہیں دیتا کہ ہم اس کی تعمیر کرسکیں۔

حضرت نوح نے کھجوروں کے ایک جھنڈ کو رہائش کے لیے خاص کرلیا تھا، لوگوں

نے ان سے عرض کیا آپ اپنے لیے گھر تعمیر کرلیں، آپ نے فرمایا جس شخص نے مرنا ہو اس کے لیے یہ بھی زیادہ ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض فرمایا کرتے تھے کہ:

مجھے ڈر ہے کہ مزین عمارتیں بنانے والوں پر اللہ تعالیٰ آسمان سے پتھر نہ برسا دیں۔

ایک نبی کی امت کا عجیب حال

حضرت ثابت بنانی فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی کہ آپ کی امت کی عمریں تین سو سال ہوں گی، انہوں نے اپنی قوم کو یہ بات بتائی تو انہوں نے کہا کہ ہماری عمریں تو بہت کم ہیں، چنانچہ انہوں نے اسی وقت گھروں کو چھوڑ دیا اور جنگلوں میں خیمے گاڑ لیے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے، پھر اس کے بعد انہوں نے نہ ہمبستری کی اور نہ ان کی اولاد پیدا ہوئی، یہاں تک کہ ان میں سے آخری شخص بھی مر گیا۔

حضرت حامد لفاف کی اپنی اہلیہ کو تنبیہ

حضرت حامد لفاف ایک روز گھر تشریف لائے تو آپ کی اہلیہ انگیٹھی کو مٹی سے لیپ کر اوپر سے اس کا منہ تنگ کر رہی تھیں، آپ نے فرمایا یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا کہ اس سے انگیٹھی مضبوط رہتی ہے اور ہنڈیا چولہے سے گرتی نہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے دل کا حال جانتا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم کے والد کا واقعہ

حضرت ابراہیم بن ادہم فرمایا کرتے تھے کہ: میرے والد کو اپنے باپ سے وراثت میں ایک وسیع گھر ملا تھا، آپ اس گھر میں رہا کرتے تھے جب وہ شکستہ ہو گیا تو آپ دوسرے گھر میں منتقل ہو گئے، یہاں تک کہ آپ کی وفات کسی اور گھر میں ہو گئی لیکن آپ نے اس گھر میں کسی قسم کی مرمت نہ فرمائی۔

حرص دنیا کا وبال

حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے :عنقریب زمانہ آئے گا کہ لوگ مٹی کو بلند کریں گے ، دین کو ضائع کریں گے، گھوڑوں کو موٹا کریں گے اور تمہارے قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھیں گے لیکن مریں گے دوسرے دین پر۔

فضول خرچی

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن فرمایا کرتے تھے کہ: ہر وہ چیز جس میں چمک اور تفاخر داخل ہو سواری میں، لباس میں، کھانے میں، یا رہائش میں تو وہ فضول خرچی اور گناہ ہے۔

حضرت ابوالدرداء فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی آدمی اپنے مال کو حق سے روکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو پانی اور مٹی میں ہلاک کردیتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس مسجد میں نماز نہیں پڑھا کرتے تھے جس کی زیب وزینت کی گئی ہو، ایک دن آپ بنی تمیم کی مسجد کے پاس سے گزرے جس کو مزین کیا گیا تھا اور نماز کا وقت بھی ہوچکا تھا تو لوگوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! آپ بنی تمیم کی مسجد میں نماز کیوں نہیں پڑھ لیتے ؟ آپ نے فرمایا بنی تمیم کی مسجد نہ کہو، پھر آپ آگے بڑھ گئے اور بنی لیث کی مسجد میں نماز ادا کی اور فرمایا:

''ہمیں ایسی مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر نہ رکھی گئی ہو''۔

مسجد کو منقش کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک منقش مسجد کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ہر اس آدمی پر جس نے اس کو بنایا کیونکہ اس نے اپنے مال کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کیا ہے اور ہر وہ درہم جو اس نے اس میں خرچ کیا ہے اس کے بدلے

اسے آگ سے داغا جائے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو جب اس بات کا علم ہوا کہ جامع مسجد دمشق کے ستونوں پر سرخ رنگ کیا گیا ہے اور زعفران کی دھونی دی گئی ہے تو آپ نے دمشق کے عامل کی طرف حکم نامہ لکھا کہ مساکین ان دراہم کے ستونوں سے زیادہ محتاج ہیں۔

حضرت سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے کہ: جس شخص نے کوئی عمارت بنائی اور پھر سرخ اور زرد رنگ سے اس پر نقش ونگار بنائے تو وہ اور اس کی معاونت کرنے والا دونوں گناہگار ہوں گے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرے

حضرت حسن بصری فرمایا کرتے تھے کہ: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے حجروں میں داخل ہوتا تھا تو میرا ہاتھ ان کی چھتوں تک پہنچ جاتا تھا۔

حضرت حسن بصری کا ارشاد

ایک آدمی حضرت حسن بصری کے پاس آیا اور عرض کی کہ: میں نے ایک گھر تعمیر کیا ہے میری خواہش ہے کہ آپ اس میں تشریف لائیں اور میرے لیے برکت کی دعا فرمائیں، حضرت نے فرمایا: زمین والوں نے تجھے دھوکہ دیا، آسمان والوں نے تجھے ناپسند کیا، تو نے مضبوط عمارت بنائی اور لمبی امید باندھی حالانکہ عنقریب تو مر جائے گا۔

حضرت محمد بن سلام بیکندی سے دریافت کیا گیا کہ: مسجد اور عمارات کی بلندی کتنی ہونی چاہیے؟ آپ نے فرمایا آدمی کے قد کے برابر۔

عبادت کی لذت کا چھن جانا

حضرت احمد بن حرب فرمایا کرتے تھے کہ: جس شخص نے کسی عمارت یا باغ کی طرف عبرت کے بجائے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا تو اللہ تعالیٰ چالیس روز کے لیے اس سے عبادت کی لذت چھین لیتے ہیں۔

حضرت معتمر بن سلیمان فرمایا کرتے تھے کہ: ہمارا گھر گر گیا لیکن میرے والد صاحب نے اس کو تعمیر نہیں کیا بلکہ فرمایا موت اس سے زیادہ قریب ہے، پھر انہوں نے ہمارے لیے خیمہ گاڑ دیا اور ہم اس میں رہنے لگے یہاں تک کہ ہم کئی سال اسی خیمے میں رہے۔

لمحہ فکریہ

پس اے بھائی! ان تمام اخلاق میں غور وفکر کر اور اگر تیرا نفس ان کی مخالفت کرتا ہو تو اپنے رب سے استغفار کر، کیونکہ بندے کو اقوال وافعال اور اخلاق میں سلف صالحین کی اتباع کئے بغیر کوئی قدر ومنزلت اور فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی۔

اور میں (مصنف رحمہ اللہ) نے دیکھا ہے کہ جو شخص اپنے لیے مسجد بناتا ہے اس کی اکثر لوگوں سے دشمنی ہو جاتی ہے، چونکہ وہ اس کی تعمیر میں اس کی مدد نہیں کرتے اس لیے وہ شخص ان کی عزتوں کے لیے قینچی بن جاتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں، پس یہ شخص اللہ کا نافرمان ہے، اور مسجد کی تعمیر پر جو ثواب اسے ملنا تھا اس نے لوگوں کی غیبت کر کے اسے ضائع کر دیا۔

ذرا سوچئے کہ جس شخص کے پاس مال و دولت ہو جب اس کے لیے بھی بغیر ضرورت شرعیہ کے اسے تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں تو جس شخص کے پاس مال نہ ہو اس کے لیے لوگوں سے سوال کر کے تعمیر میں خرچ کرنا کیسے جائز ہوگا۔

پس اے بھائی اچھی طرح سمجھ لے اور خود کو مکمل طور پر بچا۔ اور سب تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔

مولانا عبدالصمد ساجد

استخارہ کی شرعی حقیقت

دین اسلام ایک جامع اور مکمل دین ہے، جس کی تعلیمات ہمہ گیر، عالمگیر اور سراسر خیر خواہی پر مبنی ہیں، دین اسلام کے ہر حکم میں نہ صرف انسانوں بلکہ تمام مخلوقات کی خیر خواہی اور بھلائی کا سامان موجود ہے، خود رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دین سراسر خیر خواہی ہے'' (صحیح مسلم:۵۵)

ہمارا یہ جامع دین محض انسانیت کی خیر خواہی کے لیے انہیں ان کے شخصی اور ذاتی جائز اور مباح امور بھی تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ ایسی روشن و درخشندہ تعلیمات سے روشناس کراتا ہے جن سے انسان کے یہ تمام امور بھی اللہ تبارک وتعالی کے فضل وکرم سے بحسن وخوبی سرانجام پاتے ہیں، کسی بھی اچھے کام کی بہتر پیش بندی کے لیے کام کی ابتداء سے پہلے اللہ تبارک سے خیر اور طلب کرنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ انسان کی فہم وعقل اور علم محدود ہے، اس کے فیصلہ اور انتخاب وترجیح میں بڑی حد تک غلطی اور خطا کا امکان ہے، لہٰذا وہ اس خالق جل وعلا سے گویا مشورہ کرے، مدد طلب کرے اور خیر خواہی کا خواستگار ہو کہ جس کا علم لامحدود اور محیط ہے اور اسے سے کسی قسم کی کوتاہی ہرگز ممکن نہیں، چنانچہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طلبِ خیر کے آداب اور طریقہ سکھلایا اور اس کی اہمیت وفضیلت سے بہرہ ور فرمایا، اللہ تبارک وتعالی سے خیر اور مدد ونصرت طلب کرنے کے اس عمل کو عربی زبان میں استخارہ کہتے ہیں۔

استخارہ کی فضیلت وافادیت بیان فرماتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے استخارہ کیا وہ ناکام نہیں ہوگا اور جس نے مشورہ کیا وہ (اپنے اس کام پر) نادم نہیں ہوگا'' (المعجم الصغیر للطبرانی:۹۸۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے

معاملات میں استخارہ کرنے کا طریقہ اسی اہتمام سے سکھاتے تھے جس اہتمام سے قرآنِ کریم کی سورتیں سکھاتے تھے۔(صحیح بخاری)

کوئی بھی اہم اور اچھا کام مثلاً نکاح وغیرہ کرنے سے پہلے استخارہ کرنا سنت اور باعث خیر و برکت ہے، اور انجام کے اعتبار کام میں سہولت اور کامیابی کا موجب ہے، استخارہ کا مختصر اور آسان طریقہ یہ ہے کہ استخارہ کی نیت سے مکروہ اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت دو نفل پڑھ کر استخارہ کی دعا پڑھ لی جائے، استخارہ کی دعا یہ ہے جو اسی حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی روایت میں موجود ہے۔

اللّٰهُمَّ إِنِّیُ اَسُتَخِيُرُكَ بِعِلُمِكَ وَاَسُتَقُدِرُكَ بِقُدُرَتِكَ وَاَسُئَلُكَ مِنُ فَضُلِكَ الُعَظِيُمِ، فَإِنَّكَ تَقُدِرُ وَلَا اَقُدِرُ وَتَعُلَمُ وَلَا اَعُلَمُ وَاَنُتَ عَلَّامُ الُغُيُوُبِ، اَللّٰهُمَّ إِنُ كُنُتَ تَعُلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمُرَ خَيُرٌ لِیُ فِیُ دِيُنِیُ وَمَعَاشِیُ وَعَاقِبَةِ اَمُرِیُ،فَاقُدِرُهُ لِیُ وَيَسِّرُهُ لِیُ ثُمَّ بَارِكُ لِیُ فِيُهِ، وَإِنُ كُنُتَ تَعُلَمُ اَنَّ هٰذَا الاَمُرَ شَرٌّ لِیُ فِیُ دِيُنِیُ وَمَعَاشِیُ وَعَاقِبَةِ اَمُرِیُ فَاصُرِفُهُ عَنِّیُ وَاصُرِفُنِیُ عَنُهُ وَاقُدِرُ لِیَ الُخَيُرَ حَيُثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِیُ بِہٖ۔(سنن الترمذی: ٤٨٠)

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کے علم کے ذریعہ خیر کا طالب ہوں، اور آپ کی قدرت سے طاقت حاصل کرنا چاہتا ہوں، اور آپ کے فضلِ عظیم کا سائل ہوں، بے شک آپ قادر ہیں اور میں قدرت نہیں رکھتا، اور آپ کو علم ہے اور میں لاعلم ہوں، اور آپ چھپی ہوئی باتوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اے اللہ! اگر آپ کے علم کے مطابق یہ کام میرے حق میں دینی، دنیوی اور اخروی اعتبار سے بہتر ہے، تو اسے میرے لئے مقدر فرمائیے، اور اسے میرے حق میں آسانی کر کے اس میں مجھے برکت سے نوازے، اور اگر آپ کو علم ہے کہ یہ کام میرے حق میں دینی، دنیوی اور اخروی اعتبار سے برا ہے تو اس کو مجھ سے اور مجھے اس سے ہٹا دے اور جس جانب خیر ہے وہی میرے لئے مقدر فرما دے، پھر مجھے اس عمل سے راضی کر دے۔

سبحان اللہ! کس قدر جامع اور پیارا مضمون ہے کہ بندہ اپنی لاعلمی اور عاجزی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنا معاملہ اللہ تبارک وتعالی کے سپرد کردیتا ہے جو تمام اسباب کا خالق ومالک ہے۔

یہ دعا پڑھتے ہوئے جب ''ھذاالامر'' کے لفظ پر پہنچے تو دونوں جگہ اس کام کا دل میں تصور کرے اور دھیان جمائے جس کے لئے استخارہ کررہا ہے یا دعا پوری پڑھنے کے بعد اس کام کو ذکر کرے۔ دعا کے شروع اور اخیر میں اللہ کی حمد وثناء اور درود شریف بھی ملالے۔

اگر کسی کو یہ دعا یاد نہ ہو تو دیکھ کر بھی پڑھی جاسکتی ہے، یہ بھی نہ ہوسکے تو دو رکعت پڑھ کر اپنی مادری زبان یا کسی بھی زبان میں اللہ تعالی سے یہی التجا کرلی جائے۔ اگر کبھی فوری استخارہ کرنا پڑے، نفل وغیرہ کا وقت نہ ہو تو فوراً اللہ تعالی کی طرف مکمل توجہ اور دھیان سے جب تک وقت ہو یہ دعا کرتے رہیں۔

''اَللّٰھُمَّ خِرْ لِي وَ اخْتَرْ لِي''

یعنی اے اللہ! میرے خیر کو اختیار کر اور سیدھی راہ پسند کر۔

یا یہ پڑھ لیں:

''اَللّٰھُمَّ أَلْھِمْنِیْ رُشْدِيْ''

یعنی اے اللہ! جو سیدھا راستہ ہے وہ میرے دل میں ڈال دیجیے (ترمذی:۳۴۸۳)

ایک اور دعا بھی وارد ہے، وہ بھی پڑھ سکتے ہیں:

''اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَ سَدِّدْنِی''

یعنی اے اللہ! راہنمائی فرما اور سیدھی راہ پر چلا۔ (مسلم: ۲۷۲۵)

حاصل سب کا ایک ہی ہے رجوع الی اللہ اور اللہ تبارک وتعالی سے مانگنا، لہٰذا ہر وقت اللہ تعالی سے یہ مانگتے رہیں کہ اے اللہ میرے لیے خیر کا فیصلہ فرمایئے، ان شاء اللہ اس سے بھی سنتِ استخارہ ادا ہوجائے گی۔

جب تک کوئی ایک جانب متعین نہ ہو اور ذہنی رجحان کسی ایک جانب نہ ہو استخارہ کرتے رہنا چاہیے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ استخارہ کا نتیجہ ظاہر ہونے کی کوئی ایک صورت متعین نہیں ہے، کبھی خواب میں نشان دہی ہو جاتی ہے اور کبھی خواب کے بغیر ذہن مطمئن ہو جاتا ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ کسی ایک جانب کو ترجیح اور تعیین حاصل نہیں ہوتی لیکن اس استخارہ اور دعا کی برکت سے جو کام انسان کے حق میں بہتر ہوتا ہے اللہ تبارک وتعالی اسی کے اسباب مہیا فرما دیتے ہیں، لہٰذا خواب وغیرہ کو ہی ضروری سمجھنا درست نہیں بلکہ استخارہ کے بعد جس طرف رجحان ہو رہا ہو اور اللہ تعالی کی طرف سے جو فیصلہ سامنے آئے اس پر راضی اور خوش رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے انس! جب کسی کام کا ارادہ کرو تو اپنے پروردگار سے سات مرتبہ استخارہ کیا کرو، پھر اس رجحان کو دیکھو جو تمہارے دل میں ہے کیونکہ اسی میں خیر ہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ، ص ۱۶۱)

لیکن اگر کوئی شخص کسی وجہ سے اس دلی رجحان کے خلاف کرے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ یہ دلی رجحان کوئی شرعی حجت اور دلیل نہیں، ایک نشان دہی ہے، لیکن بہر صورت اللہ تعالی سے خیر کا طالب رہنا چاہیے۔

استخارہ سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، ہمارے ہاں جو استخارہ کا تصور اور تخیل ہے اس کے مطابق یہ ایک انتہائی مشکل کام ہے جبکہ استخارہ سمیت مکمل دین پر عمل انتہائی آسان ہے بشرطیکہ اسے شریعت مطہرہ کی روشنی میں کیا جائے۔ سنت اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ استخارہ دوسروں سے کروانے کے بجائے خود کیا جائے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم والا اور ہدایت یافتہ کون ہوسکتا ہے؟ لیکن یہ کہیں نہیں ملتا کہ صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام علیہم الرضوان نے خود استخارہ کرنے کے بجائے آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے استخارہ کروایا ہو، ہاں معاملے کا فہم وادراک رکھنے والے مخلص اور نیک شخص سے مشورہ کرلیا جائے۔ اللہ تعالی توفیق عمل بخشیں۔ آمین۔

مولانا عبدالصمد ساجد

اخبار الجامعہ

۱۲ جمادی الاخریٰ: حضرت صدرِ جامعہ مدظلہم نے جامعہ کی شاخ مدرسہ عائشہ للبنات میں مشکاۃ شریف کا آخری درس دیا۔۲۲: حضرت مدظلہم جامعہ رشیدیہ جھنگ جلسہ تقسیمِ اسناد میں خطاب کے لیے تشریف لے گئے مولانا حبیب اللہ مدظلہ اور قاری شرافت اللہ صاحب زید مجدہ بھی ہمراہ تھے۔۲۴: حضرت مدظلہم مدرسہ علوم شرعیہ جھنگ تشریف لے گئے اور مشکاۃ المصابیح اور صحیح بخاری کا آخری درس ارشاد فرمایا۔۲۶: حضرت مدظلہم مع مولانا شفقت علی مدظلہم (مہتمم دارالعلوم سرگودھا) میانوالی تشریف لے گئے اور جلسہ میں شرکت فرمائی۔

۲۷: حضرت مدظلہم لاہور تشریف لے گئے اور مفتی سید عبدالعظیم ترمذی زید مجدہم کے صاحبزادے محمد تمیم ترمذی اور صاحبزادی وردہ ترمذی سلمہما کے تکمیل حفظ قرآن کریم کی تقریب میں شرکت کی۔ان بچوں نے ماشاء اللہ ایک سال کی مختصر مدت میں حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل کی ہے، حفظهما الله تعالیٰ ورزقهما علماً نافعاً وعملاً صالحاً۔

بعد نمازِ مغرب حضرت مدظلہم نے مرکز مجلس صیانۃ المسلمین (اسلام نگر، سندر لاہور) منعقد عظیم کانفرنس میں شرکت فرمائی اور حکیم الامت، مجددِ ملت مولانا الشاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی خدمات اور ذوق ومزاج اور اخلاق ونرم خوئی کے حوالے سے انتہائی پرمغز اور دلچسپ گفتگو فرمائی۔اس دوران اسٹیج پر حضرت اقدس مولانا نجم الحسن تھانوی مدظلہم (ناظم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون انڈیا)، حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی مدظلہم (مفتی مظاہر علوم، سہارن پور انڈیا)، حضرت مولانا فضل الرحیم مدظلہم (مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور) اور مولانا محمد رضوان تھانوی زید مجدہم وغیرہ حضرات موجود تھے، سبھی بہت محظوظ ہوئے۔